اسلامی تعلیمات اور امن و سلامتی: ایک تحقیقی جائزہ

The teachings of Islam and peace: A research Evaluation

ڈاکٹر کریم داد[i] ممتاز خان[ii]

Abstract

Islam is a comprehensive code of life. For the guidance of human being and jaints till the day of judgment, it was revealed by Almighty Allah on his last prophet Mohammad(SAW).Its teachings have the surety of providing peace and protection to Muslims as well as the Non-Muslims. To maintain the social well being and save it from outer risks, Islam commands its followers to do good and forbid evil.

It encourages the treaties based on mutual understanding with other nations. To make mischief on the earth is prohibited even at the time of war, which identifies that Islam is a religion of peace in its real meaning. To connect Terrorism to Islam is in the real sense a baselessconcept, which is beyond reality. In this article the said matter has been discussed scholarly.

***Key words**: code of life, peace and protection, mischief, Terrorism,*

اسلام کے نام سے امن و سلامتی کی روح نمایاں ہے۔امن وامان کا قیام اور معاشرتی استحکام اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔اس کی تعلیمات انسانی زندگی کی جملہ ضررتوں کا احاطہ کرتی ہیں اور زندگی کا کوئی گوشہ خالی نہیں چھوڑتا۔،تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام ایک عملی دین ہے اور اس کی تعلیمات کا رنگ اس کی عملیت میں مضمر ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں عدم اطمینان، کشیدگی اور نظام کی ناہموارای نظر آتی ہے تو یہ اسلامی ہدایات پر نہ چلنے کا نتیجہ ہے۔ بالفاظ دیگر اسلامی تعلیمات پر

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالول خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالول خان یونیورسٹی، مردان

عمل کرنا امن وامان کے قیام کا ضامن ہیں۔اس مضمون میں یہ نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے کہ اسلام ایک عملی ضابطہ حیات ہے جس میں معاشرتی استحکام اور امن وآمان مخفی ہے۔

امن کے لغوی واصطلاحی معنی

امن باب سمع سے مصدر کا صیغہ ہے اور اس کے معنی امن دینا ہے۔یہ خوف اور خیانت کی ضد ہے اور اسی سے (مأمن) ماخوذ ہے جس کے معنی ہے امن کی جگہ [1]۔جیسا کہ قرآن میں ہے

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا[2]

اس کا ایک معنی تصدیق کرنا بھی ہے۔مثلاً قرآن میں ہے

وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا[3]یعنی ومانت بمصدق لنا

امام جرجانیؒ امن کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الأمن عدم توقع مكروه في الزمان الآتي [4]

"آنے والے زمانے میں کسی ناخوشگواری کی عدم توقع۔"

اسلام کے لغوی واصطلاحی معنی

اسلام کا مادہ س، ل اور مے، جس کے معنی امن وسلامتی اور عافیت کے ہیں۔جس لفظ میں یہ تین حروف پائے جاتے ہیں وہ امن اور سلامتی کے معنی دیتے ہیں [5]۔جب کہ اصطلاح شرع میں اسلام وہ دین اور قانون ہے جس میں سراسر امن، سلامتی اور اطاعت وفرمان برداری ہو۔مسلمان وہ شخص کہلاتا ہے جس کے شر سے دوسرے لوگ محفوظ ہو اور وہ خود دوسروں کے شر سے محفوظ ہو [6]۔اسی طرح مسلمان اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار بن کر اس کے عذاب سے محفوظ ہوتا ہے۔

دین اسلام

انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے مخصوص بندوں ا(انبیاء کرامؑ) کو پیغامات دیکر بھیجا۔یہی پیغامات چار بڑی اور تقریباً سو(۱۰۰) چھوٹی کتابوں (صحف) پر مشتمل تھیں۔دوسرے الفاظ میں انہیں ادیان یا شرائع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، مثلاً دین ابراہیمی، دین موسوی، دین عیسوی وغیرہ۔آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو قانون دیا اسے اسلام کہا جاتا ہے۔اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے بطور دین اور قانون منتخب کیا۔جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا(7)

اب یہی دین اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور اس کے علاوہ سب مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (8)

دوسری جگہ پر ہے:

ومَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ(9)

اس دین کی ابتدا جس جگہ سے کرنی تھی اس کو محفوظ بنانے کے لیے پہلے سے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ قرآن میں ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا(10)

دوسری جگہ پر ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا(11)

اسلامی نقطہ نظر سے انسانی زندگی کے لئے امن بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ فرد اور اجتماع دونوں کو امن وسکون دینے کے لئے اسلام لایا گیا، تاکہ لوگ زمین پر امن اور عزت کی زندگی بسر کریں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (12)

صراط مستقیم سے مراد زندگی گزارنے کا وہ انداز ہے جو فرد اور اجتماع دونوں کو اس قابل بناتا ہے کہ روحانی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی مسائل کو پرسکون اور معتدل انداز میں حل کریں۔

لفظ اسلام کا معنیٰ امن و سلامتی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی پیروی اور اطاعت بھی ہے۔ جو فرد یا معاشرہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے سیدھا راستہ پانے کے لئے اس سے راہنمائی طلب کرتا ہے تو انہیں امن اور سکون ملتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی امن وسکون کا ذریعہ ہے، جو بھی اس کی طرف آتا ہے تو اسے امن وسکون اور خوشی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (13)

انسانی زندگی اسلام کے ہاں بہت محترم ہے اور اس کی حفاظت کے لئے اس نے بہت کچھ کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی حفاظت اور احترام کو اپنے بنیادی اصولوں میں شمار کیا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (14)

ایک شخص جب دوسرے لوگوں کو زندگی جینے کا حق دیتا ہے تو کسی کو اس کی زندگی لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور انسانی زندگی کے احترام کو نیک اور اچھے لوگوں کے صفات میں سے شمار کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا(15)

یہی حکم تمام پیغمبروں کی تعلیمات میں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ(16)

اسلام حقیقی معنوں میں امن اور سلامتی کا دین ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات فرد واجتماع دونوں کی ظاہری وباطنی امن وسکون کے ارد گرد گھومتی ہے۔ ذیل میں چند امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے اسلام کے امن وسلامتی کے دین ہونے کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً:

سلام :

اسلام کے شعائر میں سے ایک شعیرہ سلام ہے۔ یعنی مسلمان جب کسی سے ملے گا تو اسے سلام کرے گا جو اس کی طرف سے اسے امن وسلامتی کا پیغام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم»(17)

اسلام اپنے پیروکاروں کو خندہ پیشانی سے ملنے کا حکم دیتا ہے اور اسے ایک نیکی بھی قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كل معروف صدقة، وإن من المعروف أن تلقى أخاك بوجه طلق، وأن تفرغ من دلوك في إناء أخيك»[18]

مسلمان یہاں پر ایک دوسرے کو ملاقات کے دوران جو سلام کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور جنتیوں کا سلام ہے۔ مثلاً:

مسلمانوں کو حالتِ نزع میں فرشتے سلامتی کا پیغام دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ[19]

متقین جب اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان کا استقبال سلام سے کیا جائے گا، قرآن میں ہے

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ[20]

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا[21]

اسی طرح جنت میں داخل ہونے کے وقت انہیں رب اور فرشتوں کی طرف سے سلام کہا جائے گا

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ[22]

دوسری آیت میں اس طرح ہے:

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ[23]

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ[24]

اعراف والے بھی جنتیوں کو سلام کہیں گے۔ ارشاد ہے:

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ[25]

جنت میں جنتی جب آپس میں ملیں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔ قرآن میں ہے:

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[26]

اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ درس دیتا ہے کہ امن اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دیں اور اسے نبی کریم ﷺ نے ایک حقیقی مسلمان کی نشانی بھی قرار دی ہے۔ ارشاد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده[27]

"حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی ضرر اور تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی سیرت

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے،اس دین کے پیروکار امن وسلامتی کے بہترین نمونے ہوں گے، کیونکہ نبی کریم ﷺ پہلے مسلمان تھے اور آپ ﷺ کی ساری زندگی امن وسلامتی کا بہترین نمونہ ہے، جو امت کو امن کا درس دیتی ہے۔ یہاں پر چند واقعات نقل کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ واقعی امن وسلامتی کے علمبردار ہیں اور آپ کا لایا ہوا دین (اسلام) امن اور سلامتی کا دین ہے۔

حرب فجار میں شرکت اور آپ ﷺ کا معاملہ

ظہور اسلام سے پہلے عرب میں جتنی جنگیں لڑی گئی تھیں ان میں مشہور لڑائی یہی تھی، جو کہ قریش اور قیس قبیلے کے درمیان ہوئی تھی۔ فجار فجور سے ہے، نافرمانی کو کہتے ہیں، چونکہ یہ جنگ محرم مہینوں میں لڑی گئی تھی۔ اس لیے اسے حرب فجار کا نام دیا گیا۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس میں اپنی اپنی الگ الگ فوجیں قائم کی تھیں۔ بنو ہاشم کے علم بردار زبیر بن عبد المطلب تھے۔ چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے، اس لئے آپ ﷺ نے بھی شرکت فرمائی، مگر کسی پر ہتھیار نہیں چلائے۔ اسی سے رسول اللہ ﷺ کی امن پسندی معلوم ہوتی ہے[28]۔

حلف الفضول کا واقعہ

جنگ فجار کے بعد چند افراد (جن کے ناموں میں فضل-فضیل-فاضل آتا تھا) جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہم ظلم کا راستہ روکیں گے اور مظلوموں کی مدد کریں گے۔ آپ ﷺ نے بھی اس معاہدے میں شرکت کی تھی۔ اسلامی تاریخ میں اس معاہدے کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، بعد میں آپ ﷺ اس معاہدے کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اگر اس

کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ دیئے جاتے تو نہ لیتا۔ ان الفاظ سے آپ ﷺ کی امن پسندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ عرب کے ہاں اونٹ قیمتی سرمایہ شمار کیا جاتا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے مقابلے میں امن کے معاہدے کو ترجیح دی (29)۔

تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کی امن پسندی

مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر تقریباً پینتیس (۳۵) برس تھی کہ خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر شروع ہوئی جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلے کا اسرار تھا کہ یہ شرافت اس کے حصے میں آئے، چنانچہ تلواریں نیام سے باہر ہوئیں اور عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالہ میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے یہ دستور بھی ادا کیا۔ چار دن تک یہ جھگڑا برپا رہا، پانچویں دن ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر شخص تھا رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے آئے وہی حاکم مانا جائے گا۔ سب نے یہ رائے تسلیم کی اگلے دن جب قریش کے تمام آدمی اس موقع پر پہنچ گئے۔ تو سب کی نظریں آپ ﷺ پر پڑیں۔ لیکن آپ نے یہ بات اپنے لئے پسند نہیں فرمائی، بلکہ آپ نے کہا کہ جو قبائل دعویدار ہیں سب کے ایک ایک سردار کا انتخاب کر لیا جائے، آپ ﷺ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس میں رکھ دیا اور سرداروں سے کہا کہ چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر اٹھائیں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے اوپر رکھ دیا۔ اسی طرح آپ کے حسن تدبیر کی وجہ سے یہ لڑائی رک گئی۔

یہ تو نبوت ملنے سے پہلے کے واقعات ہیں۔ بعد کے جو واقعات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، لیکن ان میں سے چند کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

مکی زندگی میں کافروں نے نبی کریم ﷺ کو اتنی تکالیف پہنچائیں کہ آپ ﷺ کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ سن دو ہجری میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین بدر کے میدان میں ایک معرکہ ہوا۔ جسے غزوہ بدر کہا جاتا ہے۔ اس لڑائی میں کافروں کے ۷۰ آدمیوں کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ عمرؓ نے ان

کے قتل کرنے کی رائے دی، جب کہ ابو بکر صدیقؓ نے یہ رائے دے دی کہ انہیں معاف کر کے ان سے فدیہ لے لیں۔آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا۔اسی سے رسول کریم ﷺ کی امن پسندی اور رحم دلی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی جانی دشمنوں کے معاف کرنے کی رائے کو پسند فرمائی ،اگرچہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کو اچھا نہیں لگا اور تنبیہاً یہ آیتیں نازل ہوئیں[30]۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ - لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[31]

"پیغمبر کو شایان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔اور خدا آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔اور خدا غالب حکمت والا ہے۔"

صلح حدیبیہ

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے اس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلے پر ہے اس کا زیادہ حصہ حرم میں ہے جب کہ کچھ حل میں ہے[32]۔ نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام سمیت خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔لہٰذا آپ ﷺ ۶ ھ کو چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے ،جب حدیبیہ پہنچ گئے تو قریش مکہ نے آپ کو عمرہ کرنے سے روکا۔کافی گفت و شنید کے بعد ایک معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔اس معاہدے کے اکثر شرائط مسلمانوں کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔مگر امن کی خاطر آپ ﷺ نے ان سب کو مان لیا اور بعد میں ان کی پابندی بھی کیا کرتے تھے۔

فتح مکہ اور آپ ﷺ کی امن پسندی

یوں تو رسول کریم ﷺ کی ساری زندگی امن پسندی کی ایک سنہری داستان ہے مگر فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے عفو و در گزر اور امن پسندی کا جو مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔کیونکہ سن ۸ھ کو جب آپ ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے آئے تو آپ ﷺ نے ان تمام دشمنوں کو نہ صرف معاف کیا بلکہ ان کے سپہ سالار کے گھر کو جائے امن قرار دیا۔ آپ ﷺ نے

اعلان کیا کہ جو ہتھیار ڈال دے یا ابو سفیان کے گھر پناہ لے لیں اور گھر کا دروازہ بند کر لیں یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اسے امن دیا جائے گا۔آپ نے فرمایا

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تُرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ: اذْهَبُوا أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ(33)

"اے قریش کی جماعت: تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ ان لوگوں نے کہا کہ خیر کا، آپ کریم ہیں اور کریم بھائی کا بیٹا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

اسی سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کتنے امن پسند تھے۔ کیونکہ دشمن پر غالب آنے کی صورت میں تو لوگ اپنے انتقام کا جوش ٹھنڈا کرتے ہیں۔ مگر آپ ﷺ نے اس موقع پر بھی عفو ودر گزر سے کام لیا۔

حجۃ الوداع اور آپ ﷺ کا منشورِ امن

۱۰ھ کو آپ ﷺ نے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا۔ ۹ ذی الحج کو عرفات کے میدان میں آپ ﷺ نے ایک تفصیلی خطبہ دیا جسے اسلامی تاریخ میں خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے تمام انسانیت کو امن کا زبردست منشور پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ(34)

"جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن الحارث کا خون معاف کرتا ہوں۔"

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، بَيْنَكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا،(35)

" تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اس طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ – وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ،وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللهِ، (36)

"عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو آپ نے ان کو اللہ تعالی کی امانت سمجھ کر نکاح میں لیا ہے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے لئے حلال کیا ہے۔ آپ کا ان پر حق یہ ہے کہ آپ کے بستروں پر کسی ایسے شخص کو لیٹنے کی اجازت نہیں دیں گی۔ جو آپ کو ناپسند ہیں اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کو مارو مگر شدت کے ساتھ نہیں اور آپ کے ذمہ دستور کے مطابق ان کو نان ونفقہ اور لباس مہیا کرنا ہے اور میں آپ کے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر آپ اسے مضبوطی سے تھامے رکھوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب۔"

ان تمام واقعات سے آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حقیقی معنوں میں امن وسلامتی کے علمبردار اور داعی ہیں۔

اسلام اور عائلی زندگی میں امن

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے یہ معاشرتی امن پر زور دیتا ہے۔ معاشرہ کی بنیادی اکائی خاندان ہے جو میاں بیوی کے تعلق سے بنتا ہے۔ اسلام اس تعلق کو خوشگوار اور پر سکون بنانے کے لیے ان کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق مقرر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (37)

اسی طرح آپ ﷺ نے بیویوں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیتے ہوئے اس شخص کو بہتر قرار دیا جو اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آتا ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي (38)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے بارے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل کے بارے میں تم سے بہتر ہوں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی اچھائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ بیوی کے معاملہ میں اچھا ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے اپنی مثال بھی پیش فرمائی کہ اللہ تعالی کے فضل سے میں اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔

اسلام اور پڑوسی کی امن و سلامتی

اسلام اگر ایک طرف اپنے اہل کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف پڑوسی کے ساتھ اچھائی کا بھی درس دیتا ہے اور اسے کسی بھی قسم کا نقصان دینے سے منع فرماتا ہے۔ جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا؛

وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ قِيلَ:مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي لاَ يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ(39)

"اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، عرض کیا گیا؛ یارسول اللہ کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔"

اسلام نے پڑوس کو بہت وسعت دی ہے، جس میں رشتہ دار پڑوسی، غیر رشتہ دار پڑوسی اور ہم سفر ساتھی سب داخل ہیں۔ اسلام ان سب کے ساتھ امن و سکون کی زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے قرآن میں ارشاد ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ(40)

نبی کریم ﷺ نے ساتھیوں اور پڑوسیوں میں اس شخص کو بہتر قرار دیا جو اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إن خير الأصحاب عند الله تبارك وتعالى، خيرهم لصاحبه. وخير الجيران عند الله خيرهم لجاره(41)

"اللہ کے ہاں ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا ہو، اور پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا ہو۔"

آپ ﷺ کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پڑوسی کو امن و سکون کی زندگی جینے دینے پر کتنا زور دیتا ہے۔

اسلام اور رشتہ داروں کی امن و سلامتی

گھر اور پڑوس کے بعد اسلام رشتہ داروں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے اور انہیں امن و سکون دینے کا حکم دیتا ہے، جسے صلۂ رحمی کا نام دیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان الرحم شجنة من الرحمٰن ، فَقَالَ اللَّهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ(42)

"کہ رحم (حق قرابت)رحمٰن سے مشتق ہے، اللہ تعالی نے اس سے فرمایا: جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔

اسی طرح قطع رحمی کو فاسقوں کا فعل قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ(43)

یہاں تک کہ قطع رحمی کرنے والوں پر جنت حرام کرنے کا وعید سنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

«لا يدخل الجنة قاطع»(44)

یعنی رشتہ داروں کے ساتھ تعلق ختم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

یتیم وبے آسرا لوگوں کی امن وسلامتی

گھر، پڑوس اور رشتہ داروں کی امن کے بعد اسلام باہر کے معاشرہ کو پرامن بنانے کی طرف توجہ دیتا ہے۔ اسے فساد سے بچانے اور پرسکون بنانے کے لیے اسلام صاحبِ استطاعت لوگوں پر لازم کرتا ہے کہ غریبوں کی مدد کریں اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کریں۔ اسی طرح یتیموں کی کفالت کریں تاکہ زندگی کی دوڑ میں یہ بے آسرا لوگ کسی کے محتاج نہ رہیں اور اپنے حقوق کے حصول کے لیے کوئی غلط راستہ اختیار نہ کریں۔ ایسا کرنے والوں کے بارے میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَحْسِبُهُ قالَكَالقَائِمِ لاَ يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ(45)

"کسی بے چاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ یہ اس شب بیدار بندے کی طرح ہے جو عبادت اور شب خیزی میں سستی نہ کرتا ہو اور اس بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو"۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک کمزور طبقے کی زندگی کو محفوظ بنانے اور سلامتی کے ساتھ گزارنے کے لئے لوگوں میں ایک عجیب انداز سے بیداری پیدا کی ۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا» وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالوُسْطَى [46]

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کرکے فرمایا۔"

اسلام اور عام لوگوں کی امن وسلامتی:

اسلام اخوت اور بھائی چارے کا دین ہے۔ اس نے تمام مسلمانوں کے مابین حقیقی بہن بھائیوں جیسا رشتہ قائم کیا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [47]

مدینہ منورہ ہجرت کرکے آپ ﷺ نے وہاں عملی طور پر مسلمانوں کے مابین اس رشتے کو قائم کیا جسے اسلامی تاریخ میں مواخات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی آپ ﷺ نے یہی حکم دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

المسْلِمُ أَخُو المسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ القِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ [48]

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس لئے نہ خود وہ اس پر ظلم کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں اس کی مدد کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ دری کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ دری کرے گا۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک معاشرے کے قیام کے لئے لوگوں کو مظلوں کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے

اسلام اور عفو ودر گزر

معاشرتی امن پر اسلام بہت زور دیتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے مسلمانوں پر ظلم کیا تو اسلام انہیں صبر کرنے اور معافی کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (49)

"(اے محمد ﷺ) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو۔"

اسی طرح اسلام برائی کا جواب نیکی سے دینے کی تلقین کرتا ہے۔ یعنی دعوت کے میدان میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچ جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌوَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (50)

"اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھوگے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما س آیت کے بارے میں کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غصہ کے وقت صبر اور جہل کے وقت حلم اور اور برائی کے وقت معافی کا حکم دیا ہے[51]۔ اگر مخالفین سے ضرور بدلہ لینا ہے تو اس میں بھی اسلام برابری کا درس دیتا ہے، مگر ساتھ صبر کی تلقین بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْفَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ (52)

"اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔ اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنے خادم اور غلام کی غلطیاں کس حد تک ہمیں معاف کردینا چاہئیں۔ آپ نے سکوت فرمایا اس شخص نے دوبارہ آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا۔ آپ پھر خاموش رہے اور جواب میں کچھ نہیں کہا۔ پھر جب تیسری دفعہ اس نے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نوکر کو ہر روز ستر دفعہ معاف کیا کرو[53]۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے غلام کو ستر مرتبہ معاف کرنے کا جو حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں کسی کو معاف کرنے کا کتنا جذبہ تھا۔ ایک عاقل شخص بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کمزور طبقے کو ایسا امن دیا جسکی مثال پوری دنیا کی انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسلامی سزاؤں کی حکمت

انسانوں کی طبعیتیں فطری طور پر مختلف ہوتی ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ بغیر کسی ترغیب اور تعلیم و تعلم کے راہ راست پر آتے ہیں۔ معاشرہ میں ان لوگوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ جب کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ترغیب اور تعلیم و تعلم کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے مہیا کرنے سے وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں، ان کی تعداد عموماً نصف سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے اسلام نے امر بالمعروف کا طریقہ کار مقرر کیا ہے۔ جب کہ چند لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر امر بالمعروف کوئی اثر نہیں کرتا۔ معاشرہ کو ان لوگوں کی شرارتوں سے پاک کرنے کے لیے اسلام نے نہی عن المنکر کا درس دیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ[54]

نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

«من رأى منكم منكرا فليغيره بيده،فإن لم يستطع فبلسانهفإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان»[55]

اس آیت اور حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ معاشرتی امن کو خراب کرتے ہیں تو اگر وہ تمہارے ماتحت ہیں تو انہیں بزور منع کرو اور اگر وہ تمہارے ہم پلہ ہیں تو پھر زبان و قلم سے منع کرو اور اگر وہ زور آور لوگ ہیں تو پھر دل سے منع کرو یعنی ان سے تعلق ختم کرو۔

یہ ابتدائی حکم حکمرانوں کو ہے کہ وہ معاشرتی امن کو قائم رکھنے اور مفسدین کی سرکوبی کے لیے اسلامی سزاؤں کو عملی طور پر نافذ کریں۔ معاشرتی امن برقرار رکھنے میں اسلامی سزاؤں کی تنفیذ کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی اسلامی سزاوں کا مقصد کسی کو مارنا یا تکلیف دینا نہیں، بلکہ مسلم معاشرہ کو پر امن بنانا ہے۔ یہ دوسرا اور تیسرا حکم عام لوگوں کے لیے ہیں۔

اسلام اور جنگ (جہاد)

انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے اسلام نے امن کو اپنے بنیادی اصولوں میں شمار کیا، اور اس کو برقرار رکھنے کے لئے تمام ضروری اقدامات اٹھائے۔ مگر انسانی معاشرہ فرشتوں کا مجموعہ نہیں کہ جن سے کوئی برائی نہیں ہوتی۔ اس میں ایسے افراد اور گروپس بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو امن وسکون کی زندگی جینے نہیں دیتے۔ وہ اخلاقیات اور قانون کے تمام حدود کو توڑ کر دوسرے لوگوں کے حقوق پر قبضہ کرتے ہیں۔ ایسے افراد اور گروپس کو قابو کرنا ضروری ہوتا ہے، تاکہ دوسرے افراد اور معاشرہ امن وسکون سے رہیں۔ معاشرتی امن کو تباہ کرکے افراتفری پھیلانے والے ان شرپسند عناصر کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے لئے صرف جائز نہیں، بلکہ ان پر لازم ہے۔ مثلا جب نبی کریم ﷺ نے کلمہ توحید بلند کیا تو مشرکین مکہ نے مخالف ہو کر آپ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو بہت ستایا، آپ ﷺ خود بھی صبر کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے، مگر جب یہاں پر بھی مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو ارام سے جینے نہیں دیا، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان سے لڑنے کی اجازت دیں، اور اسے باعث ثواب ٹھہرایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (56)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (57)

الغرض مسلمانوں پہ لازم قرار دیا کہ ہر اس شخص کے خلاف لڑے جو تشدد سے اسلامی عقائد کے لئے رکاوٹ بنے اور جو بے گناہ اور کمزور لوگوں پر ظلم کرے، تاکہ باقی لوگ امن وسکون کی

زندگی بسر کر سکے۔ اس لڑائی کو جہاد کا نام دیا گیا، جس کا فلسفہ یہی ہے کہ معاشرتی امن برقرار رہے اور لوگ سکون کی زندگی بسر کریں۔ ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (58)

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (59)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا(60)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ (61)

حالتِ جنگ اور اسلامی تعلیمات

اسلام حقیقی معنوں میں امن اور سلامتی کا دین ہے۔ کیونکہ مسلم معاشرے کے امن کے ارد گرد اس کی تعلیمات گھومتی پھرتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کے فسادات سے اس معاشرہ کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلامی تعلیمات جس طرح مسلمانوں کو نقصان اور تکلیف نہ دینے کے ہیں، اسی طرح غیر مسلموں کے لیے بھی ہیں کہ انہیں بھی امن کی زندگی جینے دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ(62)

اسی طرح غیر مسلم اگر مسلم معاشرہ کے امن کو خراب نہیں کرتے تو مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں کہ ان پر حملہ کریں اور ان کے جان و مال کو نقصان پہنچائیں۔ اگر کوئی غیر طاقت مسلمانوں کے ساتھ صلح کر کے امن کا معاہدہ کرتی ہے تو بھی مسلمانوں کو انہیں نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی غیر طاقت مسلم معاشرہ پر حملہ آور ہو کر اس کے امن کو برباد کرتی ہے تو مسلمانوں کو اسلام کا حکم یہ ہے کہ جب جنگ ہو تو دشمن کے صرف ان لوگوں کو قتل کرنا جو عملی طور پر جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ بچے، بوڑھے، عورتیں، معزور اور مذہبی پیشواؤں کو قتل نہیں کرنا۔

نتائج

اس تمام گفتگو اور دلائل کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔اس میں فساد اور دہشت گردی کی بالکل اجازت نہیں ہے۔اس کے باوجود اگر کوئی اسلام پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ دہشت گردی کا دین ہے، تو یہ سراسر بے جا اور غلط الزام ہے، کیونکہ اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔یہ ہر حال میں امن وسلامتی کا درس دیتا ہے۔نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی امن وسلامتی کا بہترین نمونہ ہے۔اسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ دین ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں فساد اور دہشت گردی کی گنجائش نہیں۔اسلام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی تحفظ دیتا ہے۔جنگ کے دوران بھی اسلام فساد سے منع کرتا ہے۔دہشت گردی اور فساد کو اسلام کی طرف منسوب کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور الإفریقی، لسان العرب ۱۳: ۲۱، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

(2) سورۃ ابراہیم ۱۴: ۳۵

(3) سورۃ یوسف ۱۲: ۱۷

(4) علی بن محمد بن علی الجرجانی، کتاب التعریفات، ۱: ۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

(5) أحمد بن فارس بن زکریاء القزوینی، مجمع مقاییس اللغۃ، ۳: ۹۰، دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

(6) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث (۱۰)، دار طوق النجاۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ

(7) سورۃ المائدۃ ۵ : ۳

(8) سورۃ آل عمران ۳ : ۱۹

(9) سورۃ آل عمران ۳ : ۸۵

(10) سورۃ ابراہیم ۱۴ : ۳۵

(11) سورۃ البقرہ ۲ : ۱۲۶.

(12) سورۃ المائدہ ۵ : ۱۵، ۱۶

(13) سورۃ الحشر ۵۹ : ۲۳

(14) سورۃ الانعام ۶ : ۱۵۱

(15)سورۃ الفرقان ۲۵ : ۶۸

(16)سورۃ المائدہ ۵ : ۳۲

(17)مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان (۱)، باب بیان أنہ لا یدخل الجنۃ إلا المؤمنون، وأن محبۃ المؤمنین من الإیمان، وأن إفشاء السلام سببا لحصولھا(۲۲)، حدیث ۹۳-(۵۴)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (س۔ن)

(18)محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی، الترمذی، سنن الترمذی، أبواب البر والصلۃ، حدیث (۱۹۷۰)، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

(19)سورۃ النحل ۱۶ : ۳۲

(20)سورۃ یٰسین ۳۶: ۵۸

(21)سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۴

(22)سورۃ الرعد ۱۳: ۲۴

(23)سورۃ ابراہیم ۱۴: ۲۳

(24)سورۃ الزمر ۳۹: ۷۳

(25)سورۃ الانعام ۷: ۴۶

(26)سورۃ یونس ۱۰: ۱۰

(27) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث (۱۰)

(28)عبد الملک بن ہشام بن أیوب، السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۱۶۸ شرکۃ مکتبۃ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی ، مصر ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء

(29)سیرۃ ابن ہشام ۱ : ۱۳۴

(30)أبو الفداء إسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر ۴:۸۸، دار طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

(31)سورۃ الانفال ۸: ۶۶-۶۷

(32)أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۷: ۳۳۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷۹ھ

(33)أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن أحمد ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ۷ :۲۳۲ ، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء ۔۔۔ابن سید الناس، محمد بن محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بقیۃ الخبر عن مکۃ ۲: ۲۲۶، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

(34) صحیح مسلم، کتاب الحج (۱۵)، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم (۱۹)، حدیث ۱۴۷-(۱۲۱۸)

(35) صحیح البخاری ،کتاب العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «رب مبلغ أوعى من سامع»،حدیث(٦٧)

(36) صحیح مسلم،کتاب الحج(١٥)،باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم(١٩)،حدیث١٤٧-(١٢١٨)

(37)سورۃ البقرۃ٢: ٢٢٨

(38)سنن الترمذی،ابواب المناقب،باب في فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم،حدیث(٣٨٩٥)

(39) صحیح البخاری،کتاب الادب،باب إثم من لا يأمن جاره بوايقه،حدیث(٦٠١٦)

(40) سورۃ النساء٤ :٣٦

(41)مسند احمد ،حدیث(٦٥٦٦)

(42) صحیح البخاری،کتاب الأدب،باب من وصل وصله الله،حدیث(٥٩٨٨)

(43)سورۃ البقرۃ٢: ٢٧

(44) صحیح البخاری،کتاب الأدب، باب اثم قاطع،حدیث(٥٩٨٤)

(45)البخاری،کتاب الأدب،باب الساعي على المسكين،حدیث(٦٠٠٧)

(46) صحیح البخاری،کتاب الأدب،باب فضل من يعول يتيما،حدیث(٦٠٠٥)

(47)سورۃ الحجرات٤٩: ١٠

(48)البخاری،کتاب المظالم والغضب،باب لايظلم المسلم المسلم ولا يسلمه،حدیث(٢٤٤٢)

(49)سورۃ الاعراف٧:١٩٩

(50)سورۃ حم السجدۃ٤١: ٣٤-٣٥

(51)تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ حم السجدۃ٤١: ٣٤-٣٥۔

(52)سورۃ النحل١٦: ١٢٦

(53)أبو داود سلیمان بن الأشعث ،سنن ابی داود،کتاب الأدب،باب فی حق المملوک،حدیث(٥١٦٤)المکتبہ العصریہ،صیدا بیروت(س۔ن)

(54) سورۃ آل عمران٣: ١١٠

(55) صحیح مسلم،کتاب الایمان(١)،باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، وأن الإيمان يزيد وينقص، وأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان (٢٠)،حدیث٧٨-(٤٩)

(56) سورۃ الحج٢٢ : ٣٩،٤٠

(57) سورۃ النساء٤ : ٧٥،٧٦

(58) سورۃ الحج ۲۲ : ۴۰

(59) سورۃ المائدہ ۵ : ۶۴

(60) سورۃ النساء ۴ : ۷۵،۷۶

(61) سورۃ البقرہ ۲ : ۱۹۳

(62) سورۃ التوبۃ ۹: ۶